حدود کے معاملات میں اصول شبہ اور اس کے قواعد

جناب محمد ابوزہرہ
ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِدرؤ الحدود بالشبهات فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام ان يخطئى فى خير من ان يخطئى فى العقوبه

یعنی شبہات سے حدود کو ہٹا دو، اور اگر اس (ملزم) کے لیے بچ نکلنے کا کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو، حاکم معاف کرنے میں غلطی کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:

لوگو! جو شخص اس گندے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرے، اور اپنے اس فعل کو پوشیدہ رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو شخص خود ہی اپنا جرم ظاہر کرے، تو ہم اس پر حد جاری کریں گے۔

دو باتوں کی نشاندہی

مذکورہ بالا دو حدیثوں سے دو باتوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اول یہ کہ اس شبہ کے سبب حد ہٹائی جائے گی جو اس امر کے بارے میں یقین کو ختم کردے جس سے حد واجب ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کے جب جرم کا ارتکاب پوشیدہ طور پر کیا جائے تو اس کی ستر پوشی واجب اور پردہ دری منع ہے۔ جو جرائم پوشیدہ ہوں، ان پر حد نافذ کرنے، ان کو ثبت کرنے کے طریقے تلاش کرنا، اور ان کی تشہیر کا دروازہ کھولنے میں جو ضرر ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو حد نافذ کرنے میں ہے۔ کیوں کے یہ تجسس کرنا ہے یعنی کسی کے چھپے ہوئے عیبوں کی ٹوہ لگانا ہے۔ تجسس کی ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولا تجسسوا** یعنی تجسس مت کرو۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

چھپے ہوئے عیبوں کی ٹوہ مت لگاؤ (تجسس مت کرو)، اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔

بلاشبہ اس طرح سزا کے دائرے کو بہت تنگ کرنا ہے، بجائے اس کے کہ یہ سزا عام ہو، جامع ہو، اس کو ارتکاب جرم سے روکنے کے لیے محض ایک علامت بنانا مقصود ہے، اور مسلمانوں کے لیے کافی ہے کہ ہر سال (چوری کی سزا پر) کوئی نہ کوئی ہاتھ کاٹا جائے، تاکہ یہ سزا انہیں ارتکاب جرم سے باز رکھے، اور ہر چور اس انتظار میں ہو کہ جو سزا دوسروں کو مل سکتی ہے وہ اسے بھی مل سکتی ہے۔ اس طرح چوری کی روک تھام ہو سکے گی۔

اور شہوت پرستوں کے لیے ضروری ہے کہ زنا کی حد ان کے سامنے نافذ کی جائے۔ اور مسلمانوں کا ایک گروہ اس کا تماشہ دیکھے، تاکہ لوگ شادی کی طرف متوجہ ہوں، اور سزا کی رسوائی سے بچ کر عصمت کی حفاظت اور استقامت کے راستے کی طرف بھاگیں۔ جرم کا ارتکاب کرنے والا جس حالت میں ہو اس حالت کو شبہ کہتے ہیں، یا جو حالت ارتکاب جرم کے موضوع کی ہو، اس حالت میں مرتکب ارتکاب جرم میں معذور ہوگا، یا اس کو ایسا معذور سمجھا جائے گا جو حد کو ساقط کردے، اور اس کے بدلے میں اس کو کوئی دوسری سزا دی جائے جو حاکم مناسب خیال کرے۔ شبہ کی تعریف میں فقہاء کہتے ہیں: **انھا ما یشبھه الثابت ولیس بثابت اوھی وجود صورہ الثابت** یعنی شبہ وہ ہے جو ثابت شدہ چیز کے مشابہ ہو اور خود ثابت نہ ہو۔ یا دوسری تعریف یہ ہے کہ شبہ ثابت شدہ چیز کی صورت کا وجود ہے۔ یعنی ظاہری طور پر ثابت ہو، حقیقت میں ثابت وموجود نہ ہو۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجرم کے لیے پردہ پوشی کی گنجائش تلاش کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے ماعز اسلمی کو جرم کے اقرار کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوشش کرتے رہے کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرے۔ یہ اشاروں کنایوں میں تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا'' شاید تو نے چھوا ہوگا'' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صحابی کے بارے میں علم ہوا جنہوں نے اس کو اقرار کرنے کی ترغیب دی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ''اگر تم اپنے کپڑوں سے اس کی پردہ پوشی کرلیتے تو تمھارے لیے یہ بہتر ہوتا''

بیان کیا جاتا ہے کہ اقرار جرم کرنے سے پہلے ماعز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ کیا تم مجھے بتانے سے پہلے کسی اور کو بھی بتا چکے ہو۔ انہوں

نے جواب دیا کہ نہیں۔ حضرت عمر فاروق نے کہا جاؤ، خدا نے تمھارے اس گناہ پر پردہ ڈالا ہے تم بھی پردہ ڈالو۔ اور اللہ سے توبہ کرو۔ لوگ عار دلاتے ہیں، بدلتے نہیں، اللہ تعالیٰ بدلتا ہے، عار نہیں دلاتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور کسی کو نہ بتاؤ'' اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے۔ اور انھوں نے بھی یہی بات کہی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ پھر وہ اس شخص کے پاس گئے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامت کی تھی۔ تو انہوں نے اس کو اقرار کرنے کے لیے کہا اس پر ان صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامت فرمائی تھی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود کے دائرہ نفاذ کو تنگ کرنا اسلام میں پسندیدہ امر ہے۔

حد کو ہٹانے والے شبہ کے اصول پر عمل کرنے کا اصل یہ ہے کہ حد کا شرعی حکم برقرار رہے، اس کا کم سے کم نفاذ بھی گنہگاروں کو عبرتناک سزا دینے کے لیے مناسب ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے لیے ایک عبرتناک سزا ہے، جو اس جرم میں مبتلا ہونے کہ درپے ہوں۔ وہ شبہات جو حدود کو ساقط کرتے ہیں اور ان سزاؤں کے نفاذ میں موثر ہیں جن کی مقدار مقرر ہے۔ خواہ وہ قصاص ہو یا حد، ان کو چار حقیقی قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول وہ شبہ جس کا تعلق رکن سے ہو۔

دوم وہ شبہ ہے جو مرتکب کی ایسی لاعلمی سے متعلق ہو جو ارتکاب جرم کے قصد کو ختم کرتی ہو۔

سوم وہ شبہ جس کا تعلق اثبات جرم (ثبوت) کے ساتھ ہو۔

چہارم وہ شبہ جو جزئیات پر نصوص کی تطبیق اور بعض جزئیات میں اخفا اور پوشیدگی سے متعلق ہو۔

وجود رکن سے متعلق شبہ

جرم کے رکن سے ہماری مراد یہ ہے کہ شرع نے کسی خاص فعل کو حرام قرار دیا ہو اور اس کے ارتکاب پر کوئی سزا مقرر کی ہو۔ خواہ وہ حد ہو یا قصاص، مثلاً اگر شارع نے زنا کو حرام قرار دیا ہے تو اس کے لئے مستقل حد مقرر کی ہے۔ اگر سرقہ کو حرام قرار دیا ہے تو اس پر حد مقرر کی ہے۔ اگر تحریم (حرمت) ہی مقام شک وشبہ بن جائے، یا ظاہری طور پر اس میں کوئی اباحت کا وجود معلوم ہوتا ہو، چاہے حقیقت میں اس کی اباحت (جائز وحلال ہونا) نہ ہو، تو اس صورت میں اباحت میں شبہ ہوگا۔ یہ تحریم (حرمت) کی بنیاد ہے۔ ہم اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص بغیر گواہوں کے

نکاح کرتا ہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔لیکن امام مالک کی رائے یہ ہے کہ گواہ انشاء عقد (معاہدہ کو وجود میں لانے) کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ وہ دخول (صحبت) کے لئے شرط ہے۔ نکاح کو وجود میں لانے کے لئے تنہا اعلان کافی ہے اس کی تائید میں وہ دلائل دیتے ہیں جو ان کے لئے نتیجہ خیز ہیں۔ اگر چہ ان کے مخالفین کے نزدیک ان سے وہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ اور بلاشبہ یہ دلائل اس بات پر ختم ہوتے ہیں کہ اس امر میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جو عمل اس نے کیا ہے وہ حرام ہے۔ ایسی ہی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

رکن جرم میں پیدا ہونے والے شبہات:

رکن جرم میں پیدا ہونے والے شبہات کی چار قسمیں ہے:

شبہ دلیل، شبہ ملک، شبہ حق اور شبہ صورت۔ ذیل میں ہم ان میں سے ہر قسم کی وضاحت کرتے ہیں:

شبہ دلیل

شبہ دلیل (دلیل سے متعلق شبہ) یہ ہے کہ کسی موضوع کے بارے میں دو ایسی دلیلیں ہوں جو ایک دوسرے سے ٹکراتی ہوں۔ان میں سے ایک کسی فعل کو حرام کرتی ہو اور وہ راجح ہو، اور دوسری اس کو جائز قرار دیتی ہو وہ مرجوح ہو۔ مکلف ان سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص بغیر گواہوں کے نکاح کرے اور اس کے بعد بیوی کے ساتھ صحبت بھی کرے۔ اس مسئلہ میں دونوں دلیلیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ایک حلت (جائز ہونے) کو منع کرتی ہے، وہ راجح ہے۔ دوسری حلت کو برقرار رکھتی ہے وہ مرجوح ہے۔ یہی شبہ ہے۔ امام مالک نے اعلان کے حکم سے متعلق جو دلائل دئے ہیں ان میں سے یہ استدلال بھی ہے حالت کئی شرطوں کے ساتھ مقید ہے، جو گواہوں کے بغیر صرف عقد میں پوری نہیں ہوتی۔ شبہ دلیل کے بارے میں فقہاء نے ایک قاعدہ مقرر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس مسئلہ میں حلت وحرمت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہو، تو وہ اختلاف شبہ ہوتا ہے، جو مانع حد ہے۔ اس سلسلہ میں ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے:

☆امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

جس سے نکاح میں اختلاف ہو اس کے بعد صحبت کرنے سے شوہر پر حد واجب نہیں ہوتی جیسے متعہ، شعار، حلالہ، ولی کی اجازت کے بغیر نکاح، گواہوں کے بغیر نکاح، ایک عورت کو طلاق بائن دی اور عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح کرلیا، چوتھی بیوی کو طلاق بائن دی اور عدت کے دوران پانچویں عورت سے نکاح کرلیا تو اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ ان سب صورتوں میں حد واجب نہیں ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ صحبت کی اجازت میں اختلاف کے سبب اس میں شبہ پیدا ہوا ہے اور حدود کو شبہات کے سبب ہٹا دیا جاتا ہے۔

ابن المنذر نے کہا ہے کہ مجھے جن اہل علم کے بارے میں معلوم ہے ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدود شبہات کے سبب ساقط ہو جاتی ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جو اختلاف شبہ سمجھا جاتا ہے وہ اصل حلت و حرمت میں اختلاف ہے۔ رہا یہ اختلاف کہ فلاں چیز شبہ ہے یا نہیں تو ایسا اختلاف ان لوگوں کے نزدیک جو یہاں شبہ کو تسلیم نہیں کرتے مانع حد نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جو اس کے لیے حرام ہو تو امام ابوحنیفہ صورت عقد کو شبہ سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسرے فقہاء اس صورت عقد کو شبہ نہیں سمجھتے۔ جو لوگ شبہ کی نفی کرتے ہیں وہ امام ابوحنیفہ کے قول کو لازم نہیں سمجھتے۔ اور حد ساقط نہیں کرتے۔ کسی ایسی عورت سے نکاح کرنے کے بارے میں جو حرام ہو' ابن قدامہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا جو اس کے لیے حرام تھی تو نکاح بالاتفاق باطل ہے' اگر اس نے اس کے ساتھ صحبت کی تھی تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اس پر حد جاری ہو گی۔ ان میں حسن بصری' جابر بن زید' امام مالک' امام شافعی' امام ابو یوسف' امام محمد' اسحاق بن راہویہ' ابو ایوب' ابن خیثمہ شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور ثفیان ثوری کہتے ہیں کہ اس پر حد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اس صورت میں صحبت کرنے میں شبہ کا امکان ہے' جیسے کسی نے اپنی رضاعی بہن کو (باندی تھی) خریدا' پھر اس کے ساتھ صحبت کی، تو اس پر حد نہیں۔ اس شبہ کی وضاحت یہ ہے کہ جو چیز اس کو جائز کرتی ہے وہ صورۃً (ظاہرً) موجود ہے۔ وہ عقد نکاح جو صحبت کو جائز و حلال کرنے کا سبب ہے۔ جب اس کا حکم ثابت نہیں ہوا، جو اباحت (حلت صحبت) ہے تب بھی اس کی صورت تو باقی رہ گی' جو حد کو ہٹانے والی ہے اور حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

بلاشبہ یہ ایک منطقی دلیل ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک جو شبہ کو نہیں مانتے، اگر حد کو ساقط

کرنے والے شبہ میں اختلاف کا اعتبار کیا جائے تو ایک مخالف رائے کو فریق مخالف پہ لازم کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس حالت میں اختلاف اصل اباحت ہے اختلاف نہیں ہے جس سے رکن میں کوئی شبہ لاحق ہو بلکہ اصل حرمت پہ سب کا اتفاق ہے حتیٰ کہ یہ بات وہ بھی تسلیم کرتے ہیں جن کے نزدیک اس مسئلہ میں شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ایسی عورت کے ساتھ جو حرام ہو نکاح کے بعد صحبت کرنا حرام ہے۔ لیکن وہ اس پر حد جاری کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہ شبہ حقیقت یا مقصد جرم کو ساقط نہیں کرتا، بلکہ صرف حد کو ساقط کرتا ہے۔ ان کی بات سے دیگر فقہاء متفق نہیں ہیں، کیونکہ اصل تحریم جو رکن ہے اپنی جگہ موجود ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

چوری کے جرم میں شبہ دلیل کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے بیٹے کے مال محروز (محفوظ) کی چوری کی اور سرقہ کے تمام ارکان اس میں پائے جاتے ہیں تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ یہاں ایک ایسی دلیل موجود ہے جو اس کو جائز بتاتی ہے اگرچہ بظاہر وہ راجح نہیں ہے۔ وہ دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**انت و مالک لا بیک**" یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملک ہے۔ یوں بھی بعض لوگوں کا عرف یہی ہے کہ بیٹا جو کچھ کماتا ہے اپنے باپ کے لیے کماتا ہے۔ لیکن یہ دلیل اس اصول کے معارض ہے کہ قواعد ملک کی رو سے بیٹے کی اپنی خاص ملکیت ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ اس کا وجود اور اس کی شخصیت اس کے باپ کے وجود اور اس کی شخصیت سے الگ ہے اور اپنے طور پر وہ خود ذمہ دار ہے۔ یہاں تک کہ وہ بیٹا جو اپنے باپ کی سرپرستی میں ہو اس کی مالی ذمہ داری بھی مستقل طور پر اس پر عائد ہوتی ہے۔ یہ قوائد متعدد نصوص سے ماخوذ ہیں۔

اس طرح اب ہمارے سامنے اور دلیلیں ہیں۔ ایک اس کی اجازت دیتی ہے، دوسری منع کرتی ہے۔ اس سبب سے جرم کا رکن اول نہیں پایا جاتا اور یہ رکن اول اس فعل کا بلا کسی شک وشبہ کے ممنوع ہونا ہے کیونکہ دلیل مخالف اگرچہ اس کی حلت پر منتج نہیں ہوتی، تاہم شبہ پر ضرور منتج ہوتی ہے۔

شبہ ملک (ملکیت سے متعلق شبہ):

یہ مسئلہ جو ابھی ہم نے بیان کیا ایک لحاظ سے شبہ ملک کے ضمن میں بھی آتا ہے۔ کیونکہ ایک دلیل بیٹے کے مال باپ کی ملکیت کو مباح قرار دیتی ہے (یعنی ملکیت کو جائز کرتی ہے) لیکن

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی وتحقیقی مجلّہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

حقیقت یہ ہے کہ اس صورت کو اس شبہ دلیل کے ضمن میں شمار کرنا اس بات سے زیادہ قوی ہے کہ اسے اس شبہ دلیل کے ضمن میں شمار کریں، جو ملک سے متعلق ہے۔

شبہ ملک (ملکیت سے متعلق شبہ) کی صورت یہ ہے کہ جہاد کے موقع پر کوئی سپاہی مال غنیمت سے، جس میں اس کو حصہ ملنا ہے تقسیم سے پہلے ہی کوئی چیز خفیہ طور پر لے لے۔ گویا جرم سرقہ صورۃً موجود ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ایسے مشترک مال سے تقسیم کے لیے کچھ حصہ لیتا ہے جس میں اس کی اپنی ملکیت بھی ہے اور اس مال میں صحیح ملکیت کے ساتھ اس کا ایک حصہ کا مالک ہونا اس کا سبب ہے۔ لیکن تقسیم سے اس کی ملکیت کی توثیق نہیں ہوئی۔ اس لیے تقسیم سے پہلے اگر وہ مر جائے تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کو نہیں ملے گا۔ اگر چہ اس میں بعض فقہاء کا اختلاف ہے یا اگر تقسیم سے پہلے مال غنیمت ضائع ہو جائے یا کوئی شخص قصداً اس کو تلف کر دے تو وہ اپنے حصے کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔ اس کی یہ ملکیت ابھی قائم و ثابت نہیں سمجھی جائے گی، یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ ملکیت ختم ہو گئی لیکن اس کا شبہ باقی رہ گیا اور یہ حد کو ساقط کرنے کے لیے کافی ہے۔

زنا کے جرم میں شبہ ملک کی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایسی باندی سے ہم بستری کی جس کے ایک حصہ کا وہ مالک تھا، اس صورت میں شبہ ملک موجود ہے اور یہ حد کو ساقط کر دے گا۔ بعض فقہاء کی رائے تو یہاں تک بیان کی گئی ہے کہ کام کاج کے لیے اجرت پر رکھی ہوئی عورت (ملازمہ) کے ساتھ ملازم رکھنے والا شخص اگر صحبت کرے تو اس سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ المغنی میں امام ابوحنیفہ سے یہ روایت منقول ہے۔ المغنی کے مصنف لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے کام کاج کے لیے عورت کو اجرت پر رکھا اور اس کے ساتھ زنا کیا، یا کسی عورت کو زنا کے لیے اجرت پر لیا اور اس کے ساتھ زنا کیا، یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا تو دونوں پر حد ہے۔ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ان صورتوں میں اس پر حد نہیں ہے، کیونکہ اس عورت سے کام کاج کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے اس کی ملکیت میں ایک شبہ ہے، جو حد کو ساقط کرتا ہے۔ جس کا وہ مالک ہوا اس کے ساتھ ہم بستری کرنے پر کوئی حد نہیں ہے۔

مستاجرہ یا عاریت پر لی ہوئی عورت کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی جو رائے نقل کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ غالباً یہ بات ان کی طرف غلط منسوب کر دی گئی ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ اس پر حد جاری ہوگی۔ وہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے کوئی لڑکی (باندی) اجرت

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

پر کام کے لیے رکھی، اور اس اجرت پر رکھنے والے نے اس کے ساتھ صحبت کی، یا مستعار لی ہوئی لڑکی کے ساتھ عاریت پر لینے والے شخص نے اس کے ساتھ صحبت کی، یا کسی شخص کے پاس کوئی لڑکی (باندی) امانت رکھی ہوئی تھی، اس نے اس کے ساتھ صحبت کی، تو ان تمام صورتوں میں اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اگرچہ وہ یہ کہے کہ میرا خیال تھا کہ یہ میرے لیے حلال ہے، کیونکہ اس کا یہ ظن وگمان بے دلیل ہے اور اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے اس کے اس عذر کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا۔ پھر اس سے شادی کر لی یا کسی باندی سے زنا کیا یا اس کو خرید لیا، البتہ جائے کلام اس صورت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی کو بیچا، اور بیچنے والے نے اس کو خریدار کو دینے سے پہلے اس کے ساتھ صحبت کر لی، تو اس پر حد نہیں۔ کیونکہ قبضہ کے سبب ابھی تک باندی پر بیچنے والے کی ملکیت قائم تھی اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ ایک شخص اپنی باندی کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کرے اور رخصتی سے پہلے اس کے ساتھ صحبت کر لے تو اس پر بھی حد نہیں۔ کیونکہ قبضہ باقی ہونے کے سبب یہاں شبہ ملک موجود ہے، اور ظاہری طور پر یہ ملک کی دلیل ہے۔ یہ ظاہری ملکیت شبہ سمجھی جائے گی اور حد کو ساقط کر دے گی۔

اگر باندی رہن رکھی گئی ہو، اور مرتہن اس کے ساتھ صحبت کر لے تو آیا یہ زنا ہے یا نہیں؟
حنفی فقہ میں اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت حد کو ساقط کرتی ہے کیونکہ رہن رکھی ہوئی چیز میں مرتہن کی ملکیت کا شبہ ہے، اس لئے کہ جب مدیون قرض ادا کرنے سے قاصر ہو تو اس کا تمام مال بیچ کر قرض ادا کیا جاتا ہے۔ یہاں ملکیت کا شبہ اس وقت ثابت ہوگا جب وہ اشتباہ کا دعویٰ کرے، اور کہے کہ یہ میرے لیے حلال ہے تو اس کا یہ گمان دلیل ملکیت پر قائم ہوگا۔ اگر وہ حلت ثابت کرنے سے قاصر رہا تو شبہ کرنے سے تو قاصر نہیں رہتا۔ یہ روایت امام محمد کی کتاب الاصل میں (کتاب الرہن میں) موجود ہے۔

اور دوسری روایت اسی کتاب (کتاب الحدود) میں مذکور ہے۔ اس روایت کے مطابق حد ساقط نہیں ہوگی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ رہن رکھنے والا شخص رہن کے ذریعہ مرتہن کو ادائیگی قرض کی توثیق کرتا ہے۔ اس مرتہن کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی۔ اگر مرتہن یہ کہے کہ میں نے یہ گمان کیا تھا کہ یہ میرے لیے حلال ہے تو اس کا یہ گمان کسی دلیل پر قائم نہیں ہے۔ نہ ہی یہ شبہ ملکیت پر مبنی ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

یہ ہیں شبہ ملک کی بعض مثالیں، جن میں بعض پر اتفاق ہے، اور بعض میں اختلاف۔ یہ سب ایسے شبہ کے گرد گھومتی ہیں جس کی اساس ثبوت ملکیت یا ثبوت ملکیت میں اشتباہ ہے۔

مذکورہ بالا مثالیں بہت سی مثالوں کا ایک جزء ہیں۔ اور ہم نے اس جزء پر ہی اکتفا کیا ہے۔ یہ جزء کل پر دلیل ہے۔ باقی مثالیں بھی لونڈی اور غلاموں سے متعلق ہیں۔ ان کا ذکر کرنا شبہ سے متعلق موضوع کی وضاحت کرتا ہے، لیکن یہاں اس کا مزید ذکر کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ دور حاضر میں شرعی قوانین، قاعدوں اور ضابطوں کی روشنی میں عملاً غلامی کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے اور مسلمانوں میں غلاموں کا وجود نہیں ہے۔ جتنی مثالیں ہم نے یہاں نقل کی ہیں وہ اس قسم کے شبہات کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

شبہ حق (حق سے مطعلق شبہ)

اب ہم رکن سے متعلق شبہات کی تیسری قسم کی طرف آتے ہیں۔ یہ قسم شبہ حق ہے۔ (حق کے بارے میں شبہ) یعنی مرتکب جرم کو حق (حقیقت واصلیت) کے بارے میں شبہ ہو چاہے وہ استصحاب سے بھی کیوں نہ ہو۔

فقہ حنفی میں اس کی یہ مثال دی ہے کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد عدت کے دوران اس کے ساتھ صحبت کرے تو حنفی مذہب میں اس پر حد نہیں ہوگی۔ کیونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے عورت شادی کے اہل ہے۔ یہاں اسباب حرمت میں سے کوئی ایسا سبب جو اس عورت کی ذات کے ساتھ قائم ہو موجود نہ تھا۔ بلکہ یہ سبب ایک عارضی چیز ہے۔ عورت کی ذات سے متصل نہیں ہے۔ اس لیے اباحت اصلیہ باقی رہ گئی، جو ایک شبہ ہے۔ جو مانع حد ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص جس کے نکاح میں ایک آزاد عورت موجود ہے۔ اس نے کسی کی باندی سے نکاح کیا، اور اس کے ساتھ ہم بستری کی، اگرچہ یہ نکاح عقد فاسد ہے، مگر چونکہ اباحت موجود ہے اس لیے اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ اس طرح اس مسئلہ میں ہے کے ایک شخص نے کسی مرتد عورت کہ ساتھ نکاح کیا اور اس کے ساتھ صحبت کی تو عقد فاسد ہوگا، اگرچہ یہ حلت تو ثابت نہیں کرتا لیکن حد ساقط کردیتا ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی، خواہ ایک یا تین اور عدت کے دوران اس نے اس کے ساتھ ہم بستری کی، تو حد ثابت نہ ہوگی۔ اس لیے کہ یہاں شبہ موجود

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ہے۔ بدائع الصنائع کی عبارت حسب ذیل ہے:

(ترجمہ): ''کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی اور عدت کے دوران اس کے ساتھ صحبت کی تو صورتحال یوں ہے کہ نکاح حلت کے حق میں سرے سے ختم ہو چکا' کیونکہ حلت محل کو باطل کرنے والا سبب یعنی تین طلاقیں موجود ہیں۔ تاہم فراش کے حق میں نکاح باقی ہے۔ اور زوجین ایک دوسرے کے لیے حرام ہیں۔ اس لئے اس نے حرام صحبت کی۔ یہ زنا ہے جو موجب حد ہے، ہاں اگر وہ اشتباہ کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ اس نے اس کو حلال سمجھا تھا تو حد نہیں، کیونکہ اس نے اپنے اس خیال وگمان کی اس قسم کی دلیل پر بنیاد رکھی ہے' وہ یہ ہے کہ حق فراش میں تو نکاح باقی تھا اور زوجین ایک دوسرے پر حرام تھے لیکن وہ یہ سمجھا کہ حلت کے حق میں بھی نکاح باقی ہے۔ حقیقت میں یہ کوئی دلیل نہیں بنتی' لیکن یہ دلیل اس کے حق میں معتبر ہوگی تا کہ اس حد کو ہٹایا جا سکے جو شبہات سے ہٹائی جا سکتی ہے۔ اگر اس نے ایک ہی بائن طلاق دی تھی تو حد واجب نہیں ہوگی چاہے وہ کہے کہ مجھے اس کا علم تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے۔ لیکن ایک بائن طلاق کے بعد زوال ملکیت ایک اختلافی مسئلہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام کا اختلاف تھا' اور ان کا اختلاف موجب شبہ ہے۔

اگر کسی نے اپنی بیوی کہ ساتھ خلع کیا، یا اس سے کچھ مال لے کر طلاق دے دی، اور عدت کے دوران اس نے اس کے ساتھ صحبت کر لی تو ابوالحسن کرخی کا قول ہے کہ اس کا حکم بھی اس عورت کے حکم کی طرح ہونا چاہیے جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اور یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ خلع اور مال لے کر طلاق دینے کی صورت میں ملکیت زائل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اس لئے اس میں شبہ نہیں ہوگا لہٰذا حد واجب ہوگی۔ ہاں اگر اس نے اشتباہ کا دعویٰ کیا تو حد نہیں ہوگی' جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔''

علامہ کاسانی کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مطلقہ عورت سے عدت کے دوران صحبت کرنے کی چار صورتیں ہیں:

اول: جب طلاق رجعی ہو۔ اس کے بعد عدت میں صحبت کرنا شرعی حق ہے اس میں کوئی شبہ موجود نہیں ہے' کیونکہ جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو عدت میں اس کے ساتھ صحبت کرنا حلال ہے، اس کو طلاق سے رجوع کرنا سمجھا جائے گا، اور اس طلاق کو تین میں اسے ایک طلاق سمجھا جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

دوم: جب طلاق بائن ہو یہ طلاق پہلی یا دوسری ہوگی، اس کے بعد عدت کے دوران صحبت کرنا، محل میں شبہ ہوگا، اور حد ساقط ہو جائے گی، اگر چہ اس کی حرمت کا اسے علم تھا، کیونکہ شبہ قائم ہے۔ یہ حق سے متعلق شبہ (شبہُ حق) ہے، اس کا سبب استصحاب حال ہے، کیونکہ عدت کے باقی ہونے کی وجہ سے اباحت (حلت) اور بقائے فراش زوجیت کا شبہ ہے۔ اس شبہ کو شبہُ محل کہتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لفظ بائن کے ساتھ ایک طلاق دے تو شافعی، حنبلی اور بعض مالکی فقہا کے نزدیک یہ طلاق رجعی ہے۔ جیسے اس سے پہلے طلاق رجعی کا ذکر ہو چکا ہے۔ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ بائن ہے، لیکن اس میں صحبت کرنا قوی شبہ کے ساتھ ہے۔

سوم: جس عورت کو تین طلاقیں دی ہوں اور اس کا خاوند عدت کے دوران اس کے ساتھ صحبت کر لے، تو اس صورت میں بقائے محل ثابت نہیں ہے اور حلت کا بھی کوئی شبہ نہیں ہے (اس لیے اس میں حد ہے)۔ لیکن شبہ اشتباہ کی صورت میں ہوگا۔ یعنی وہ دعویٰ کرے کہ اس کو اس کی حرمت کا علم نہیں تھا۔ تو حد ساقط ہو جائے گی، جیسے کہ اس سے قبل اس کی دلیل گزر چکی۔

چہارم: مال کے بدلے طلاق دینا یہ اس طلاق کے مشابہ ہے جو تین طلاقوں کی تکمیل کرتی ہو۔ اور یہ مشابہت اس حیثیت سے ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ بائن ہے۔ مختلف علاقوں کے فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کا اس میں اختلاف تھا اور اس کے حکم کی مشابہت بینونت صغریٰ (ایک بائن طلاق) کے ساتھ ہے، اس حیثیت سے کہ یہ اس کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ ابو الحسن کرخی نے اس کو بینونت کبریٰ (تین طلاق) کے مشابہ بتایا ہے۔ دوسرے فقہاء نے یہی اختیار کیا ہے کہ یہ طلاق بائن ہے اور بینونت صغریٰ (ایک بائن طلاق) ہے۔ حنفی مذہب میں صحیح رائے اول الذکر (بینونت صغریٰ) ہے۔ اس کا اتباع کرنا ہی افضل ہے۔

کوئی شبہ شبہ حق اس حیثیت سے شمار ہوتا ہے کہ کسی چیز یا معاملہ میں حق کا کوئی پہلو ہو۔ مثلاً کسی نے اپنے قریبی رشتہ دار کی چوری کی، جو باپ یا دادا کے علاوہ تھا، تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو فرض کیا ہے، اور رشتہ داروں کی مالی امداد کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے رشتہ داروں کے حق نے اس میں شبہ پیدا کر دیا، کیونکہ قریبی رشتہ داروں کا آپس میں ایک دوسرے کے مال میں حق ہوتا ہے۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایسے مال میں سے چوری کرے جس میں عام لوگوں کا

حق ہو، جیسے بیت المال سے چوری کرنا۔ بیت المال میں ہر مسلمان کا ایک طرح کا حق ہے، اگرچہ اس کی ملکیت ثابت نہیں ہے۔ تو یہ حد شبہ کو ثابت کرتا ہے اور یہ شبہ حد کو ساقط کر دیتا ہے۔ بیت المال سے چوری کا واقعہ اور اس کا حکم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ امام شعبی، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن امام مالک کہتے ہیں کہ یہ حق کوئی شبہ پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ سرقہ ہے اور نص قرآنی کے عمومی حکم میں داخل ہے (اس لیے اس پر حد واجب ہے)۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے کی چوری کرے جب کہ مال حرز (حفاظت) میں موجود تھا۔ اسی لیے اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کے مال میں سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے۔ کیونکہ اس میں اس کا ایک قسم کا حق تھا۔ اور یہ حد کو ساقط کر دیتا ہے، اگرچہ اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس کی وضاحت ہم سرقہ پر گفتگو کے وقت اپنے موقع پر کر چکے ہیں۔

شبہ صورت:

رکن سے متعلق شبہات کی چوتھی قسم شبہ صورت ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ کسی ایسی عورت کے ساتھ جو حرام ہو شادی کی صورت میں صورت عقد (ظاہری نکاح) شبہ بن جاتا ہے اور حد کو ساقط کر دیتا ہے، چاہے عورت مرد پر اس طرح حرام ہو کہ اس کی حرمت اجماع سے ثابت ہو۔ اور چاہے حرمت ابدی ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ صدور عقد جو نکاح کی اہلیت رکھنے والے شخص سے ہوا ہے حلت کو ثابت نہیں کرتا۔ لیکن ایسے شبہ کو ثابت کرتا ہے جو حد کو ساقط کرنے والا ہے اور صورت عقد کے وجود سے اس کا بھی وجود ثابت ہوتا ہے۔ اس بارے میں کاسانی نے بدائع میں امام ابوحنیفہ کی رائے نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ جب نکاح کا صدور ایسے شخص سے ہو جو نکاح کی اہلیت رکھتا ہو۔ اور یہ نکاح حلال ہو یا حرام۔ اور خواہ حقیقت میں اتفاق ہو یا اختلاف۔ اور چاہے وہ اس کو حلال ہی سمجھے، اور اشتباہ کا دعویٰ کرے، یا اسے حرمت کا علم ہو۔

صاحبین کے نزدیک اصل یہ ہے کے نکاح کسی ایسی عورت کے ساتھ ہو جو دائمی طور پر حرام نہ ہو، یا اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو حد واجب نہیں ہوگی۔ ان کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ نکاح غیر محل میں ہے اس لیے لغو (باطل) قرار پائے گا۔ اور عدم محلیت کی دلیل یہ ہے کہ محل نکاح

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

وہ عورت تھی، جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے حلال ہوئی تھی: ’’واحل لکم ما وراء ذلکم‘‘ (۲) یعنی ان کے علاوہ دوسری سب عورتیں حلال ہیں اور محارم (جن سے نکاح کی ممانعت) ہے دائمی طور پر حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم‘‘ (۳) یعنی تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں حرام ہیں، اور بقیہ رشتہ کی عورتیں جن کا آیت میں ذکر ہے۔

ہاں اگر وہ اشتباہ کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ میں یہ سمجھا تھا (میرا یہ گمان تھا) کہ یہ میرے لئے حلال ہے تو حد ساقت ہو جائے گی۔ کیونکہ اس نے یہ گمان کیا تھا کہ ایک اہل شخص کی طرف سے محل میں نکاح کا صیغہ حلت کی دلیل ہے۔ اس لئے اس کا یہ خیال (ظن) اس کے حق میں معتبر ہوگا۔ اگرچہ حقیقت میں یہ معتبر نہیں ہے۔ اور یہ اس لئے معتبر سمجھا جائے گا کہ اس کے ذریعہ اس چیز (حد) کو ہٹایا جا سکے جو شبہات سے ساقط ہو جاتی ہے اگر حد کو شبہات سے نہیں ہٹایا جاتا تو اس کا صحبت کرنا شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور اس میں حد واجب ہوگی۔

امام ابوحنیفہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ لفظ نکاح ایک اہل شخص سے صادر ہوا، اور اس کی نسبت اپنے محل کی طرف ہے اس لئے وجوب حد کے لئے یہ مانع ہے۔ جیسے بغیر گواہوں کے نکاح اور نکاح متعہ۔ لفظ نکاح کے وجوب اور اہلیت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ محلیت کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا محل آدم علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں۔ یہ بات نصوص اور عقل دونوں سے ثابت ہے۔ منصوص یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’فانکحوا ما طاب لکم من النساء‘‘ (۴) یعنی عورتوں میں جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: ’’خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا‘‘ (۵) یعنی تم ہی میں تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اس سے سکون حاصل کرو۔ تیسری جگہ ارشاد ہے کہ: وانہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ‘‘ (۶) یعنی اس نے جوڑے جوڑے پیدا کئے، نر اور مادہ۔

ان سب آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو عموماً اور بلا کسی شرط کے نکاح اور زوجیت کا محل بنایا ہے۔ اس کے لئے دلیل عقلی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی بیٹیاں مقاصد نکاح کا مناسب و صحیح محل ہیں، یعنی ان کے ساتھ رہن سہن۔ اولاد اور زنا سے حفاظت وغیرہ جیسے مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ اس لئے عورتیں حکم نکاح کا صحیح محل ہیں، کیونکہ تصرف کا حکم تصرف کے مقاصد کا وسیلہ ہے۔ اگر مقصد کے محل کو ذریعہ کا محل نہ بنایا جائے تو توسل (ذریعہ) کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں (محدث ابوزرعہ)

ہاں شریعت نے حقیقی محلیت کے ہوتے ہوئے وسیلہ کو شرعی طور پر محل نکاح بننے سے خارج کر دیا ہے۔ چنانچہ صورت عقد اور محلیت کی موجودگی شبہ پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ شبہ نام ہی اس چیز کا ہے جو ثابت شدہ چیز کے مشابہ ہو، لیکن خود ثابت نہ ہو یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) کہ رکن نکاح اور محلیت موجود ہیں، صرف شرط صحت نکاح مفقود ہے، اس لئے یہ نکاح فاسد ہے اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نکاح فاسد میں صحبت کرنا زنا نہیں ہے۔ اس لئے یہ موجب حد زنا نہیں ہے، بغیر گواہوں کے نکاح کرنے اور ایسی ہی فاسد نکاح کی مختلف صورتوں پر قیاس ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذہب حنفی میں صورت عقد کے شبہ بننے کے بارے میں دو نظریے ہیں۔

پہلا نظریہ صاحبین کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ صورت عقد شبہ نہیں بنتی، الا یہ کہ صورت عقد میں اختلاف ہو اور حرمت مؤقت (عارضی) ہو۔ اگر حرمت ابدی ہو، یا عقد کے ہونے پر اتفاق ہو، جیسے ایسی عورت سے نکاح کرنا جو دوسرے کی عصمت (نکاح) میں ہو، تو اس صورت میں عقد شبہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر وہ اشتباہ اور حلیت کے گمان کا دعویٰ کرے پھر صورت عقد شبہ بن جائے گی۔ لیکن یہ شبہ محل میں نہیں ہوگا، بلکہ یہ ان شبہات کی قبیل سے ہوگا جو لاعلمی یا ناواقفیت کے سبب ہوتے ہیں۔

دوسری رائے امام ابوحنیفہ کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ صورت عقد فی نفسہ شبہ بن جاتی ہے، خواہ عقد کے فاسد ہونے پر اتفاق ہو یا اختلاف، اور خواہ حرمت ابدی ہو یا مؤقت (عارضی) ہاں اگر حرمت میں اختلاف ہو، اور ابدی نہ ہو، یہ شبہ صورت شبہ محل یا شبہ دلیل ہوگا، یہ شبہ صورت عقد کے شبہ سے زیادہ قوی ہوگا۔

حق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف تاثیر (نتیجہ) اور عمل کے اعتبار سے کچھ زیادہ مفید نہیں ہے، کیونکہ ہر مرتکب جرم ظن اور اشتباہ کا دعویٰ کر سکتا ہے، اور اس طرح حد سے بری ہو جائے گا۔ اس کا فائدہ اس وقت حقیقی اور اس کا ثمرہ اس وقت اصلی ہوتا ہے۔ جب اس کے اشتباہ کے دعوے کے باوجود اس پر حد جاری کی جائے۔ اس قسم کی اشتباہ کا دارالاسلام میں قبول کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دین کا ایک حکم ہے، اور ہر شخص کو اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ کیا ہم اس شخص کی بات قبول کریں گے جو یہ کہے کہ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کی ماں اس پر حرام ہے یا اسے اس بارے میں اشتباہ تھا کہ اس کی بہن اس پر حرام ہے البتہ یہ باتیں رضاعی دودھ کے رشتے میں قبول کر لی جاتی ہیں۔ تمام علماء یہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں شبہ اس وقت قبول کیا جائے گا

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

جب کوئی ایسی بات ہو جو عام لوگوں سے پوشیدہ اور مخفی ہو، ہر شخص کو اس کا علم نہ ہو۔

اس لئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فقہاء کا یہ قول ہے کہ صورت عقد اس نکاح میں نا قابل قبول ہے جس کے باطل ہونے پر اجماع ہو۔ محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ مالکی، شافعی اور حنبلی کا یہی قول ہے۔ المغنی کے مصنف ابن قدامہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے تقریباً وہی دلائل بیان کئے ہیں جو کاسانی نے بیان کئے ہیں اور انہوں نے ان کے اس نظریے کی تائید کی ہے کہ اشتباہ کے دعویٰ کو قبول نہیں کیا جائے گا اور بلا کسی شرط کے حد جاری کی جائے گی۔ ابن قدامہ نے مندرجہ ذیل دلیل پیش کی ہے:

ہماری دلیل یہ ہے کہ جماع ایسی شرمگاہ میں ہے جس کی حرمت پر سب کا اجماع ہے۔ یہ نہ ملک ہے اور نہ شبہ ملک حرام طریقہ سے صحبت کرنے والا اس کا اہل ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے، اسے حرمت کا علم تھا، اس لئے اس پر حد واجب ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے عقد کا وجود ہی نہ ہو۔ صورت اباحت (حلت) اس وقت شبہ ہوتی جب نکاح صحیح ہوتا، یہاں تو نکاح باطل اور حرام ہے۔ اس کا یہ فعل ایسا جرم ہے جو سزا کا متقاضی ہے، جو زانی کے لئے ہے۔ اس لئے یہ شبہ نہیں ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے کسی عورت کو زبردستی مجبور کر کے اس کے ساتھ زنا کیا ہو۔

اس ساری گفتگو سے یہ بات نکلتی ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں نفس عقد جرم سمجھا جائے گا اور اس کی نسبت جرم زنا کی طرف ہوگی، اور جرم کو ساقط کرنے کے اس عقد کو وجہ جواز نہیں سمجھا جاسکتا اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ ایک آدمی یہ جانتے ہوئے کہ اس کی بیٹی اس پر حرام ہے اس سے نکاح کر لیتا ہے، اور اس مجرمانہ عقد کو یہ سمجھا ہے کہ صورت نکاح جرم زنا کی سزا کو ساقط کر دے گی۔

لاعلمی کے سبب شبہ

شرعی احکام سے لاعلمی ان احکام سے بچ نکلنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے، یہی حال وضعی قوانین (رائج الوقت ملکی قوانین) کا ہے۔ تاہم یہاں دو باتیں قابل برداشت ہیں:

اول یہ کہ کبھی حصول علم کا طریقہ مشکل ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں لاعلمی کو سخت سزائیں ساقط کرنے اور ان کو ہلکی سزائیں بدلنے کے لئے ایک جائز عذر سمجھا جاتا ہے۔ جیسے حدود سے متعلق جرائم کی بعض صورتوں سے ناواقفیت، ایسی صورت میں لاعلمی کی یہی قسم وہ شبہ پیدا کرتی ہے جو بعض

حالات میں حد کو ساقط کر دیتا ہے، جیسے عنقریب ہم اس کی وضاحت کریں گے۔

دوم یہ ہے کہ شرعی احکام سے ناواقفیت فی نفسہ ناجائز ہے، سوائے ان احکام کے کہ جن کا جاننا اور سمجھنا مشکل ہے۔ بعض احکام ایسے ہیں جن سے ناواقفیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان احکام سے لاعلمی کو ایسا عذر شمار نہیں کیا جاتا جو احکام یا اس کی سزاؤں کو ساقط کرنے کے لئے وجہ جواز بن سکے، اس لئے لاعلمی (احکام سے ناواقفیت) خود ایسا گناہ ہے جس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جیسے پانچ نمازوں سے لاعلمی، یا ان افعال سے لاعلمی جن کو شریعت نے حرام کیا ہے اور ان کی حرمت قطعی دلیل سے ثابت ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ امام شافعی نے علم کی دو قسمیں بیان کیں ہیں:

اول: قطعی امور کا علم۔ امام شافعی اس کو علم کہتے ہیں۔ یعنی وہ جس کا جاننا تمام مسلمانوں پر بلا کسی استثناء کے فرض ہے۔ نہ تنہا خواص کے لئے یہ علم ہے اور نہ ہی اس سے ناواقفیت پر عام لوگوں کو معذور سمجھا جائے گا۔ نماز، حج اور زکوٰۃ، قتل زنا سرقہ اور شراب کی حرمت اور اسی قسم کے دوسرے احکام جن کے جاننے، سکھانے اور اپنی جان ومال ان پر خرچ کرنے کا اللہ نے اپنے بندوں کو مکلّف بنایا ہے اور جن افعال کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ان سے باز رہیں۔

- علم کی یہ قسم نص قرآنی یا حدیث نبوی سے ثابت ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، اصطلاح میں یہ دین کا وہ علم ہے جو بالضرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ اسلام کا وہ چوکٹھا ہے جس کو جانے بغیر اور جس پر یقین رکھے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

دوم: اس قسم کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس علم کا تعلق فروع فرائض سے ہے اور وہ خصوصی احکام ہیں جن کے بارے میں نہ قرآن مجید میں کوئی نص موجود ہے اور ان میں سے اکثر احکام کے بارے میں نہ سنت میں ہی کوئی نص ہے بلکہ ان میں تاویل کا احتمال ہے، یا یہ قیاس سے ثابت ہیں۔ (جاری ہے۔)

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆